(۳۰)

(فرمودہ ۲۔ نومبر ۱۹۴۰ء بمقام عید گاہ۔ قادیان)

رمضان گذر گیا اور وہ دن آگیا جسے عید کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رمضان ہمیشہ ختم ہو جاتے ہیں اور خدا اپنے بندوں کے لئے عیدیں بھیج دیتا ہے لمبے سے لمبا عرصہ امتحان کا جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے رکھا ہے رمضان کا مہینہ ہے۔ تیس دن خدا کے بندے روزے رکھتے ہیں' بھوکے رہتے ہیں' پیاسے رہتے ہیں' شہوانی تقاضوں سے بچتے ہیں' راتوں کو جاگتے ہیں' دعائیں کرتے ہیں' تلاوت قرآن کریم زیادہ کرتے ہیں' ذکرِ الٰہی کرتے ہیں اور بعض تراویح بھی پڑھتے ہیں۔ غرض یہ تیس دن کا مہینہ دینی لحاظ سے عجیب لُطف اور مزے کا مہینہ ہوتا ہے لیکن جسمانی لحاظ سے ایک امتحان ہوتا ہے کیونکہ خدا کے بندے بھوکے اور پیاسے رہتے اور شہوانی تقاضوں سے اپنے آپ کو مجتنب رکھتے ہیں لیکن یہ ابتلاء ایک مہینہ کے بعد ختم ہو جاتا ہے اور خدا اپنے بندوں کے لئے عید کا دن لے آتا ہے۔ اس طرح مومنوں کو یہ بتایا گیا ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے مشکلات پیدا ہوتی ہیں تو وہ ہمیشہ عارضی ہوتی ہیں اور ان کے بعد جلد ہی خوشی اور راحت کا دن آجاتا ہے[1] لیکن بندہ جب خود اپنے لئے کوئی مصیبت پیدا کرتا ہے تو بعض دفعہ وہ اتنی لمبی ہو جاتی ہے کہ نسلاً بعد نسلٍ وہ مصیبت چلتی جاتی ہے اور بعض دفعہ تو صدیوں تک وہ مصیبت سروں پر مسلّط رہتی ہے اور عید آنے میں ہی نہیں آتی بلکہ روز بروز دور ہوتی چلی جاتی ہے۔[2]

پس بندے کو ہمیشہ یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ جو ابتلاء لمبا ہو جائے اس میں ضرور کسی بندے کی کوتاہی کا دخل ہوتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کبھی لمبے ابتلاء نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ابتلاء بھی آتا ہے وہ عارضی ہوتا ہے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ایسے سامان پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ میرے بندے پر جتنی جلدی ہو سکے عید کا دن آجائے مثلاً رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں صحابہؓ نے پوری کوشش کی کہ وہ اسلام کو پھیلائیں اور رسول کریم ﷺ کے احکام کی پوری

پوری فرمانبرداری کریں نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی عید بہت جلد آگئی۔ ۳؎ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا واقعہ بھی بتاتا ہے کہ خدا تعالیٰ بنی اسرائیل کے لئے کتنی جلدی عید لانا چاہتا تھا' مگر بندوں نے اسے کس طرح دور کر دیا۔ خدا نے تو چاہا تھا کہ وہ انہیں ارضِ مقدسہ میں موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی لے جائے اور قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چالیس سال پہلے انہیں ارض مقدسہ میں لے جانا چاہتا تھا مگر بندوں نے اسے پیچھے ڈال دیا۔ ۴؎ گویا خدا تو ان کے لئے عید کا دن جلد لانا چاہتا تھا مگر انہوں نے اپنے اعمال سے اسے کسی اور وقت پر ڈال دیا۔

ہماری جماعت کو بھی غور کرنا چاہئے کہ وہ اپنے لئے جلد سے جلد عید کا دن لانے کی کوشش کر رہی ہے یا اس عید کو اور زیادہ پیچھے ڈال رہی ہے۔ جن قوموں کے سامنے کوئی عید موجود نہیں ہوتی انہیں اپنی کامیابی میں شک ہو سکتا ہے لیکن ہماری جماعت کو اس عید کے آنے میں کیا شک ہو سکتا ہے جب کہ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس عید کا اسی طرح وعدہ کیا ہوا ہے ۵؎ جس طرح اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے ساتھ کیا اور جس طرح حضرت مسیح ناصری کی جماعت کو اس نے وعدہ دیا۔ ۶؎ پس اس وعدے کا اسی طرح پورا ہونا ضروری ہے جس طرح وہ پہلے انبیاء کے زمانہ میں پورا ہوتا رہا کیونکہ وہ خدا جو نوحؑ کے زمانہ میں تھا آج بھی ہے' وہ خدا جو ابراہیمؑ کے زمانہ میں تھا آج بھی ہے' وہ خدا جو موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا آج بھی ہے' وہ خدا جو عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا آج بھی ہے اور وہ خدا جو محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھا آج بھی ہے۔ پھر ہماری جماعت کو غور کرنا چاہئے کہ کیوں اس کیلئے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید نازل ہونے میں دیر کر رہی ہے یقیناً اس نصرت اور تائید کے دیر میں آنے کی وجہ یہ ہے کہ ہماری طرف سے کوتاہیاں ہو رہی ہیں اور ہماری غفلتیں اور سستیاں اس میں روک بن رہی ہیں۔ اگر ہم اپنی کوتاہیوں کو دور کر دیں تو یقیناً وہ ابتلاء کا زمانہ' وہ آزمائش کا زمانہ اور وہ امتحان کا زمانہ جو ہر نبی کی جماعت کے لئے مقدّر ہوتا ہے اسی طرح چھوٹا ہو جائے جس طرح رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں چھوٹا ہوا۔ رسول کریم ﷺ پر وفات نہیں آئی جب تک آپؐ نے اسلام کو عرب میں قائم نہیں کر دیا۔ ۷؎ اور صحابہؓ پر اس وقت تک وفات نہیں آئی جب تک ساری دنیا پر اسلام غالب نہیں آگیا۔ بے شک مسیحی صفت انبیاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو سلوک ہوتا ہے وہ موسوی صفت انبیاء

کے سلوک سے مختلف ہوتا ہے۔ موسوی صفت انبیاء کو فوراً حکومت مل جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ان کی زندگی میں ہی شریعت کا عملی رنگ میں نفاذ ہو جائے [۸]۔ مگر مسیحی صفت انبیاء شریعت نہیں لاتے صرف سابق شریعت کی تبلیغ کرتے ہیں [۹]۔ اسی لئے ان کے وقت میں حکومت ضروری نہیں ہوتی۔ پس ان کی جماعت کو حکم ہوتا ہے رأفت سے' محبت سے' پیار سے' ملاطفت سے تبلیغ کرتے جاؤ اور دشمنوں کی مخالفتوں پر صبر کرو۔ [۱۰] اور اللہ تعالیٰ ان کی ترقی کے زمانہ میں نسبتاً تاخیر ڈال دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ مسیحی صفت نبی تھے [۱۱] اس لئے ان کے زمانہ ترقی کے آنے میں اس سے تو ضرور زیادہ تاخیر ہونی چاہئے جس قدر کہ رسول کریم ﷺ کی ترقی میں ہوئی مگر پھر بھی یہ کوئی ضروری نہیں کہ یہ تاخیر اس قدر ہی لمبی ہو جتنی مسیح ناصری کے زمانہ میں ہوئی۔ موسیٰ اور نبی کریم ﷺ کی آپس میں مماثلت ہے [۱۲] مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور رسول کریم ﷺ کا زمانۂ ترقی ایک جیسا نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو موعود سرزمین پر جو غلبہ حاصل ہوا وہ قریباً ۸۰۔۹۰ سال کے بعد حاصل ہوا [۱۳] مگر رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں صحابہؓ کو یہی غلبہ بیس سال کے عرصہ میں حاصل ہو گیا تھا۔ گویا یہ عرصہ قریباً ۲۵ فیصدی رہ گیا اور پچھتّر فیصدی کمی آ گئی۔ چنانچہ چالیس پچاس سال تو حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ رہے اور اپنے دین کی اشاعت کرتے رہے پھر چالیس سال تک خدا تعالیٰ نے ان کی قوم کو جنگلوں میں پھرایا اور اس کے بعد انہیں موعود سرزمین پر غلبہ حاصل ہوا۔ گویا قریباً ۸۰ یا ۹۰ سال کے بعد انہیں غلبہ ملا۔ اس کے مقابلہ میں رسول کریم ﷺ کی تیرہ سالہ مکی زندگی ہے اور مدینہ میں جانے کے قریباً سات سال کے بعد آپ کو غلبہ حاصل ہو گیا گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے وقت سے چوتھائی حصہ میں آپ کو غلبہ مل گیا لیکن حضرت مسیح ناصری کی قوم کی ترقی تین سو سال میں ہوئی تھی۔ اب اگر ہم بھی صحابہ کے طریق کو اختیار کریں اور صحابہ کی طرح ہی اطاعت و فرمانبرداری میں کوشاں رہیں اور ہم کوشش کریں کہ ہم ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے ثابت ہوں تو ہمارے لئے بھی خدا تعالیٰ کا وہی نشان ظاہر ہونا چاہئے جو رسول کریم ﷺ کے صحابہ کیلئے ظاہر ہوا اور ہمیں بھی مسیح ناصری کی قوم کی ترقی کے زمانہ کے چوتھائی حصہ میں غلبہ حاصل ہونا چاہئے جو پچھتّر سال بنتے ہیں۔ ان پچھتّر سالوں میں سے پچاس سال گزر چکے ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۹۰ء سے کچھ عرصہ پہلے بیعت کا اعلان کیا تھا [۱۴] اور

اب ۱۹۴۰ء ہے گویا پچاس سال گذر چکے اور اب صرف پچیس سال رہتے ہیں۔ اگر ہم یہ ثابت کرنا چاہیں کہ ہم صحابہ کے نقش قدم پر ہیں' اگر ہم یہ ثابت کرنا چاہیں کہ ہم پر اسی نسبت سے برکات نازل ہو رہی ہیں جس نسبت سے صحابہ پر برکات نازل ہوئیں تو ان بقیہ پچیس سالوں میں ہماری تبلیغ اس قدر پھیل جانی چاہئے کہ دشمن بھی اقرار کرے کہ اب احمدیت دنیا میں قائم ہوگئی ہے مگر یہ پچیس سال کا عرصہ اس پچاس سال کے عرصہ کو دیکھتے ہوئے جو گزر چکا بہت تھوڑا معلوم ہوتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آج سے پچاس سال پہلے صرف ایک شخص تھا جس نے قادیان میں کھڑے ہو کر یہ دعویٰ کیا کہ میرا خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس نے میرے سپرد یہ کام کیا ہے کہ میں دنیا کو راہ راست پر لاؤں۔ [۱۵] اس کے ہمسایوں' اس کے عزیزوں' اس کے دوستوں اور اس کے رشتہ داروں نے اس کی اس آواز کو سنا اور اسے انتہائی نفرت اور حقارت کے ساتھ رد کر دیا اور کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو ہم سب مل کر تمہیں تباہ کر دیں گے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوانی کے دوست اور آپ سے تعلق رکھنے والے تھے [۱۶] اور جو ہمیشہ آپ کے مضامین کی تعریف کیا کرتے تھے [۱۷] انہوں نے اس دعویٰ کے معاً بعد یہ اعلان کیا کہ میں نے ہی اس شخص کو بڑھایا تھا اور اب میں ہی اس کو تباہ کر دوں گا۔ [۱۸] اس وقت کون تصور کر سکتا تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جیسا معزز اور بارسوخ انسان کسی کے متعلق یہ کہے کہ میں اسے تباہ کر دوں گا اور پھر وہ تباہ نہ ہو۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے رشتہ داروں نے اعلان کر دیا بلکہ بعض اخبارات میں یہ اعلان چھپوا بھی دیا کہ اس شخص نے دکانداری چلائی ہے اس کی طرف کسی کو توجہ نہیں کرنی چاہئے [۱۹] اور اس طرح ساری دنیا کو انہوں نے بدگمان کرنے کی کوشش کی۔ پھر یہ میرے ہوش کی بات ہے کہ بہت سے کام کرنے والے لوگوں نے جو زمیندارہ انتظام میں کمین کہلاتے ہیں آپ کے گھر کے کاموں سے انکار کر دیا۔ اس کے محرک دراصل ہمارے رشتہ دار ہی تھے۔ غرض اپنوں اور بیگانوں نے مل کر آپ کو مٹانا اور آپ کو تباہ اور برباد کر دینا چاہا مگر خدا نے اپنے بندے سے کہا

"دنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔" [۲۰]

ایک بے کس اور بے بس انسان قادیان جیسی بستی میں جہاں ہفتہ میں صرف ایک دفعہ ڈاک آیا کرتی تھی' جہاں ایک پرائمری سکول بھی نہ تھا اور جہاں ایک روپیہ کا آٹا بھی لوگوں کو میسر نہیں آتا تھا کھڑا ہوتا ہے اور پھر وہ انسان بھی ایسا ہے جو نہ مولوی ہے اور نہ بہت بڑی جائداد کا مالک ہے۔ (بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک شریف خاندان میں سے تھے مگر راجوں اور نوابوں کی طرح بہت بڑی جائداد کے مالک نہیں تھے) وہ اٹھ کر دنیا کے سامنے یہ اعلان کرتا اور پہلے دن ہی کہتا ہے کہ خدا میرے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا اور کون ہے جو آج کہہ سکے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام دنیا کے کناروں تک نہیں پہنچا۔ لندن میں ایسے لوگ موجود ہیں جو آپ پر ایمان لاتے اور آپؑ پر درود اور سلام بھیجتے ہیں' امریکہ میں ایسے ہزاروں لوگ موجود ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صدق دل سے ایمان رکھتے ہیں اور ہر ہفتہ وہاں سے جماعت کے اخلاص کے خطوط میرے نام آتے رہتے ہیں۔ جاوا اور سماٹرا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو آپ پر ایمان رکھتے ہیں ویسٹ افریقہ میں ہزاروں کی تعداد میں ایسے لوگ موجود ہیں جو آپ پر ایمان رکھتے ہیں چنانچہ گزشتہ مردم شماری میں تو وہاں کی صرف ایک ریاست میں ۲۵ ہزار احمدی ثابت ہوئے تھے۔

اسی طرح مشرقی افریقہ میں' مصر میں' شام میں' فلسطین میں' عرب میں' اٹلی میں' ایران میں' چین میں' جاپان میں' روسی علاقوں میں' جنوبی امریکہ ارجنٹائن وغیرہ میں ایسے لوگ موجود ہیں جو آپ پر ایمان رکھتے ہیں۔ غرض دنیا کا کوئی علاقہ اور کوئی ملک ایسا نہیں جہاں آپ کا نام نہ پہنچا ہو مگر آج سے پچاس سال پہلے کیا کوئی خیال بھی کر سکتا تھا کہ ایسی عظیم الشان کامیابی آپ کو حاصل ہوگی۔ پھر یہ کامیابی آپ کو یونہی حاصل نہیں ہوگئی بلکہ آپ کو دکھ دیئے گئے' اپنوں کی طرف سے بھی اور غیروں کی طرف سے بھی' رعایا کی طرف سے بھی اور حکومت کی طرف سے بھی چنانچہ قادیان میں اُس وقت جو احمدی بھی آتا حکومت اس کا نام نوٹ کر لیتی۔ ایک پولیس کانسٹیبل قادیان میں متعیّن تھا اور وہ ہر آنے والے مہمان کا نام نوٹ کیا کرتا تھا گویا قادیان حکومت کی نظر میں ایک مجرموں کی بستی تھی جہاں آنے والے لوگوں کی نگرانی کی جاتی تھی۔ یہ سلسلۂ مخالفت ایک لمبے عرصہ تک جاری رہا مگر آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک ایک کر کے آدمیوں کو کھینچنا شروع کیا اور احمدیت کو اتنی ترقی حاصل ہوئی کہ آج قادیان میں جتنے احمدی ہیں اتنے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں کسی

جلسہ سالانہ پر بھی اکٹھے نہیں ہوتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں جو آخری جلسہ سالانہ ہوا اس میں سات سو کے قریب احمدی آئے تھے ۲۲؎ اور اس کو اتنا بڑا نشان سمجھا گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جلسہ سالانہ کے ایام میں ایک دن جب کہ سیر کے لئے تشریف لے گئے تو تھوڑی دور جانے کے بعد ہی واپس آگئے اور آپ نے فرمایا کہ اتنے بڑے گروہ کے ساتھ اب سیر کرنا مشکل ہے۔ اور فرمایا شاید اب میری وفات کا زمانہ قریب آگیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی وفات اسی وقت ہوتی ہے جب ان کا سلسلہ ترقی کر جائے۔ تو اس وقت سات سو آدمیوں کے آنے کو اتنی اہمیت دی گئی کہ ان کا آنا خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھا گیا مگر آج قادیان میں معمولی تقریبوں پر تین تین چار چار ہزار آدمی اکٹھے ہو جاتے ہیں اور جلسہ سالانہ پر کجا تو سات سو آدمی آئے تھے اور ان کے آنے کو ایک بہت بڑا نشان سمجھا گیا تھا اور کجا یہ حالت ہے کہ گزشتہ جلسہ جوبلی ۲۳؎ کے موقع پر بیالیس ہزار آدمی اکٹھے ہوئے تھے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ معجزانہ ترقی ہے مگر اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ ایسی ترقی نہیں جسے دیکھ کر یہ کہا جاسکے کہ اب دنیا احمدیت کا مقابلہ کرنے سے مایوس ہو چکی ہے اور جس ترقی کا میں نے ذکر کیا ہے وہ وہی ہے جس کے بعد لوگ مقابلہ کرنے سے مایوس ہو جاتے ہیں اور یہ چیز تو ہمیں ابھی قادیان میں بھی میسر نہیں اور اس وقت تک میسر نہیں آسکتی جب تک مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب کے رہنے والے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہتے ہوئے احمدیت میں داخل نہ ہو جائیں۔ صرف ہندوستان کے لوگ ہی نہیں، صرف ایشیا کے لوگ ہی نہیں، صرف افریقہ اور امریکہ کے لوگ ہی نہیں، بلکہ جب تک تمام کے تمام براعظم احمدیت کے جھنڈے تلے نہیں آجاتے اس وقت تک وہ روحانی غلبہ جو جماعت کے لئے مقدر ہے نہیں آسکتا۔

پس ہماری جماعت کو یہ پچیس سال ایسے سمجھ لینے چاہئیں جیسے زندگی اور موت کا سوال اور ہر شخص کو تبلیغ میں مصروف ہو جانا چاہئے۔ اگر وہ اپنے رشتہ داروں میں تبلیغ کر سکتا ہے تو رشتہ داروں میں تبلیغ کرے، غیروں میں تبلیغ کر سکتا ہے تو غیروں میں تبلیغ کرے، اپنے ملک کے اندر تبلیغ کر سکتا ہے تو ملک کے اندر تبلیغ کرے اور اگر ممالک غیر میں جاکر تبلیغ کر سکتا ہے تو ممالکِ غیر میں جاکر تبلیغ کرے۔

غرض ہر احمدی دیوانہ وار احمدیت کی تبلیغ میں مشغول ہو جائے اور خدا تعالیٰ کا وہ نور جس سے اس کی اپنی آنکھیں منور ہوئیں اسے دوسرے لوگوں تک پہنچائے کیونکہ آدم کی نسل میں سے ہونے کی وجہ سے دنیا کے تمام لوگ ہمارے بھائی ہیں ۲۴؎ اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی دولت میں ان کو بھی شریک کریں جو دولت خدا تعالیٰ نے ہمیں دی ہے وہ صرف ہماری ہی نہیں بلکہ سب کی ہے۔ بے شک وہ ہم سے اپنا ورثہ نہیں مانگتے مگر یہ کوئی شرافت نہیں ہے کہ جو بھائی ورثہ نہ مانگے اسے ورثہ سے محروم رکھا جائے بلکہ شریف آدمی اس وقت تک خوش نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کا حصہ اسے پہنچا نہیں دیتا۔

پس ہم پر ایک بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہے اور ایک زبردست امانت ہمارے سپرد کی گئی ہے جس میں آدم کا ہر بیٹا حصہ دار ہے جب تک ہم اس ہدایت کو ہر آدمی تک نہیں پہنچا لیتے اس وقت تک ہم خدا تعالیٰ کے حضور کبھی سرخرو نہیں ہو سکتے۔

پس میں اس عید کی تقریب پر جماعت کے تمام دوستوں کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آج سے تبلیغ کی طرف وہ پہلے سے بہت زیادہ متوجہ ہو جائیں اور جہاں جہاں ہماری جماعتیں قائم ہیں وہ سب تبلیغ احمدیت میں منہمک ہو جائیں تا اگلے پچیس سالوں میں اس نسبت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو حضرت موسیٰ کی قوم کے مقابلہ میں رسول کریم ﷺ کے صحابہ کو حاصل تھی اور مسیح ناصری کی قوم کے مقابلہ میں مسیح محمدی کی جماعت کو حاصل ہے ہم ساری دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے لانے میں کامیاب ہو جائیں اور دنیا میں ایک ہی دین ہو اور ایک ہی پیشوا۔ ۲۵؎ اور آدم اول کی طرح آدم ثانی ۲۶؎ پھر ایک دفعہ تمام دنیا کو ایک ہاتھ پر جمع کرے تاکہ خدا کی بادشاہت جس طرح آسمان پر ہے اسی طرح زمین پر بھی قائم ہو اور جس طرح فرشتے اس کی تقدیس کرتے ہیں اسی طرح تمام بندے اس کی تقدیس کرنے لگ جائیں۔

اب میں دعا کر دیتا ہوں دوست بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہماری کوتاہیوں اور غفلتوں کو دور کرے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اس کا روشن چہرہ تمام دنیا کو دکھا سکیں اور اسلام تمام عالم میں پھیل جائے۔ وہ ہماری زبانوں میں برکت ڈالے' ہماری باتوں میں اثر پیدا کرے اور ہمارے دلوں میں سچائی کو جگہ دے تا ہمارا کوئی قدم جھوٹ' فریب اور ظلم پر مبنی نہ ہو بلکہ ہمارے تمام اعمال انصاف اور سچائی پر مبنی ہوں اور بنی نوع انسان کی ہمدردی ہمارے دلوں میں جاگزیں ہو۔ خدا ہمیں تکبر اور ظلم سے بچائے۔ ہمارے دلوں میں محبت' شفقت اور رأفت کے

جذبات پیدا کرے اور عشق الٰہی سے ہمارے قلوب کو سرشار کرے تاکہ ہماری دنیا ہی درست نہ ہو بلکہ دین بھی درست ہو اور صرف ہماری ہی دنیا اور ہمارا ہی دین درست نہ ہو بلکہ تمام لوگوں کی دنیا اور تمام لوگوں کا دین درست ہو۔

(الفضل ۱۳۔ نومبر ۱۹۴۰ء)

---

۱ الم نشرح: ۶۔۷، ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۳۶۱

۲ النسآء: ۱۶۱، البقرۃ: ۶۲ ۳ التوبۃ: ۱۰۰

۴ المائدۃ: ۱۳، ۱۴، ۲۴ تا ۲۷

۵ ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۲۸۔۱۲۹۔ روحانی خزائن (تذکرۃ الشہادتین) جلد ۲۰ صفحہ ۶۷

۶ المائدۃ: ۱۵، ۱۱۲ تا ۱۱۶

۷ حضور ﷺ کا وصال ۱۱۔ ہجری مطابق ۶۳۲ء میں ہوا۔ اس سے تین سال قبل ۸۔ ہجری مطابق ۶۲۹ء میں مکہ فتح ہوا جس سے کفار کی طاقت بالکل ختم ہو گئی اور تمام عرب حضور ﷺ کے ماتحت آ گیا۔ التوبۃ: ۱ تا ۵ و نوٹ تفسیر صغیر زیر آیات مندرجہ بالا، سیرت الامام ابن ہشام الجزء الثانی صفحہ ۲۰۹، ۲۲۵

۸ المزّمّل: ۱۶، ۱۷ المائدۃ: ۴۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع

۹ متی باب ۵ آیات ۱۷۔۱۸۔ برکات الدعا صفحہ ۲۴، اشتہار منسلکہ آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۶۵۷

۱۰ متی باب ۵ آیات ۳۹ تا ۴۵ ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۲۲۸، ۲۳۵

۱۱ براہین احمدیہ صفحہ ۵۷۱، ۵۷۲ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۳ و کشف الغطاء صفحہ ۱۱

۱۲ المزّمّل: ۱۶۔ کشتی نوح صفحہ ۱۳، ۱۴۔ آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۳۴۳

۱۳ یوشع باب ۱۶ تا ۲۰

۱۴ اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء

۱۵ براہین احمدیہ حصہ سوم طبع اول صفحہ ۲۳۸، ۲۴۲ حاشیہ در حاشیہ و کتاب البریہ حاشیہ صفحہ ۲۰۱

۱۶ حضور علیہ السلام مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو مخاطب فرماتے ہوئے ان کے ساتھ

اپنے دوستانہ مراسم کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ **قطعت ودادا قد غرسناہ فی الصبا۔ ولیس فوادی فی الودا دیقصر** (روحانی خزائن جلد ۱۲ (براہین احمدیہ) صفحہ ۳۳۵

۱۷۔ حضور علیہ السلام کی تصنیف "براہین احمدیہ" پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ۱۹۲۵ء) کے ریویو کے لئے دیکھیں۔ (اشاعۃ السنہ نمبر۶ جلد۷ بابت سال ۱۸۸۴ء)

۱۸۔ اشاعۃ السنہ جلد ۱۳ نمبر ا صفحہ ۲۔۴

۱۹۔ تاریخ احمدیت جلد ۲ صفحہ ۱۳۹۔ ۱۴۴' ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۶۷

۲۰۔ تذکرہ۔ مطبوعہ الشرکۃ الاسلامیہ ربوہ صفحہ ۱۰۸' ۱۹۰

۲۱۔ تذکرہ مطبوعہ الشرکۃ الاسلامیہ۔ ربوہ صفحہ ۱۹۱

۲۲۔ جلسہ سالانہ ۱۹۰۷ء کا ذکر ہے۔ بدر ۹۔ جنوری ۱۹۰۸ء کے مطابق حاضرین کی تعداد تین ہزار تھی جس میں عورتیں اور بچے شامل ہیں جب کہ حضور نے غالباً صرف مردوں کی تعداد بیان فرمائی ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

۲۳۔ ۱۹۳۹ء کے جلسہ سالانہ کی طرف اشارہ ہے اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خلافت کی پچیس سالہ جوبلی منائی گئی تھی۔

۲۴۔ **الجامع الصغیر** جز ثانی صفحہ ۷۹ خطبہ **حجۃ الوداع۔ البیان والتبیین** جلد ۲ صفحہ ۲۴۔۲۵

۲۵۔ "دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا" (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۶۷

۲۶۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۸۹۔۹۰